آنے کو تو وطن میں اب آ رہی ہے زینب

آنے کو تو وطن میں اب آ رہی ہے زینب
اہلِ وطن سے لیکن شرما رہی ہے زینب

کیا آن بان کل تھی نکلی تھی جب وطن سے
اٹھارہ چاند لے کر تاروں کی انجمن سے
خوش رنگ پھول چن کر اسلام کے چمن سے
بلبل چلی تھی گویا گلزار پنجتن سے
آنے کو تو وطن میں اب آ رہی ہے زینب
اہلِ وطن سے لیکن شرما رہی ہے زینب

بانو کی وہ عماری وہ اُسکے ساتھ جھولا
جھولے میں چاند جیسا اک ننھا مُنّا بچہ
جیسے صدف میں موتی جیسے چمن میں غنچہ
بانو کے دل کا ٹکڑا شبیر کا کلیجہ
آنے کو تو وطن میں اب آرہی ہے زینب
اہلِ وطن سے لیکن شرما رہی ہے زینب

جانے کی شان وہ تھی آنے کی یہ ادا ہے
پہچاننا ہے مشکل چہرہ اُتر گیا ہے
پردیس میں سبھی کچھ دُکھیا کا لُٹ چکا ہے
زینب نہیں ہے گویا تاریخِ کربلا ہے
آنے کو تو وطن میں اب آرہی ہے زینب
اہلِ وطن سے لیکن شرما رہی ہے زینب

اِک دو پہر میں سارا گلشن لُٹا چکی ہے
مِٹّی میں چاند تارے اپنے چھپا چکی ہے
ٹکڑے دل و جگر ہے وہ زخم کھا چکی ہے
اسلام کو بچا کر خود کو مٹا چکی ہے
آنے کو تو وطن میں اب آرہی ہے زینب
اہلِ وطن سے لیکن شرما رہی ہے زینب

قاسم کو رو چکی ہے اکبر کو رو چکی ہے
عباس جیسے مِیرِ لشکر کو رو چکی ہے
ننھے شہیدِ اعظم اصغر کو رو چکی ہے
بس انتہاء تو یہ ہے سرور کو رو چکی ہے
آنے کو تو وطن میں اب آرہی ہے زینب
اہلِ وطن سے لیکن شرما رہی ہے زینب

یہ سوچتی ہے دُکھیا پوچھینگے لوگ مجھسے
یثرب کے چاند تونے زینب کہاں چھپائے
ہمراہ جانے والے ہمراہ کیوں نہ آئے
کتنوں کو لے گئی تھی آئے ہیں ساتھ کتنے
آنے کو تو وطن میں اب آرہی ہے زینب
اہلِ وطن سے لیکن شرما رہی ہے زینب

کانٹوں پہ چل چکی ہے پھولوں میں پلنے والی
اسلام کی خطیبۃ یوں دیکھنے میں قیدی
بنیاد تک ہلا دی جس نے یزیدیت کی
زنداں کہاں کہاں یہ جنت کی شاہزادی
آنے کو تو وطن میں اب آرہی ہے زینب
اہلِ وطن سے لیکن شرما رہی ہے زینب

کس کس کو میں دِکھاؤں سوغات کربلا کی
دِرّوں سے پشت زخمی اور نیلگوں کلائی
سجاد ناتواں کی مسند اُدھر جلائی
زہرا کے لاڈلے کی پوشاک خوں میں ڈوبی
آنے کو تو وطن میں اب آرہی ہے زینب
اہلِ وطن سے لیکن شرما رہی ہے زینب

*****